والدینِ مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ وتحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

نام کتاب	نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین
ترجمہ کا نام	والدین مصطفیٰ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
تصنیف	امام جلال الدین سیوطیؒ
مترجم	مفتی محمد خان قادری
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
زیر اہتمام	محمد اسلم شہزاد
طباعت اول	ربیع الاول 1420ہجری 1999ء
تعداد	گیارہ سو (1100)
قیمت	

محقق العصر مفتی محمد خان قادری کی تمام تصانیف کے علاوہ دیگر علماء کی تحقیقی و علمی کتب بارعایت حاصل کرنے کے لئے حجاز پبلی کیشنز مرکز الاویس سستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور سے رجوع فرمائیں۔
فون:-7324948

انتساب

حضرت العلام الحافظ غلام احمد چشتی گولڑویؒ
المعروف باواجی سلوئی والے
کے نام

۱- جنھوں نے تمام زندگی کلام الٰہی کی خدمت کے لئے وقف رکھی۔

۲- جن کی سادگی اور فقر اسلاف کی یاد دلاتے۔

۳- اخلاص کا یہ عالم کہ مدرسہ کا نام تک نہیں رکھا حالانکہ وہاں سے سینکڑوں فراد حفاظ ہے۔

۱- مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ سماجی خدمات ان کا طرہ امتیاز تھا۔

۵- بندہ نے اپنی زندگی میں ایسی مثالی شخصیت آج تک نہیں دیکھی۔

محمد خانؒ قادری

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان پر کتاب و سنت سے جو دلائل فراہم کئے ہیں ان میں ایک وہ روایت ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اس حدیث کو بعض لوگوں نے موضوع قرار دیا امام سیوطی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا جس میں پختہ دلائل سے ثابت کیا کہ یہ حدیث موضوع ہرگز نہیں ہاں ضعیف ہے اور فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف بالاتفاق قبول ہے۔ ہم یہاں کچھ اور محدثین کی رائے سے بھی نقل کر دیتے ہیں جو سیوطی کی تائید کر رہے ہیں۔

1۔امام ابن حجر کی اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وان کان فیہ ضعف لا وضع خلافا لمن زعمہ علی ان بعض المتاخرین الحفاظ صححہ
(اشرف الوسائل الی فہم الشمائل (ص))

اگرچہ اس میں ضعف ہے مگر موضوع نہیں جیسا کہ بعض نے گمان کیا علاوہ ازیں متاخرین حفاظ محدثین میں سے بعض نے اسے صحیح کہا ہے

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

حدیث احیاء لہ حتی امنت رواہ جماعۃ وصححہ لبعض الحفاظ (ایضاً 252)

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان والی حدیث کو ایک پوری جماعت نے روایت کیا اور اسے بعض حفاظ حدیث نے صحیح بھی قرار دیا۔

2۔امام احمد شہاب الدین خفاجی ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

وفی ذالک اشارۃ الی اسلام ابویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ابن حجر وھذا ھوالحق بل فی حدیث صححہ غیر واحد من الحفاظ ولم یلتفتوا عن طعن فیہ ان اللہ احیا ھمالہ فامنابہ خصوصیۃ لھما وکرامۃ لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(نسیم الریاض، ۱۴۹/۱)

اس میں حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کی طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے اور اس پر طعن کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیت و عظمت اور کرامت ہے۔

3- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں۔

وحدیث احیائے والدین اگرچہ دوصدذات خود ضعیف است لیکن تصحیح و تحسین کردہ اند آرا بتعدد طرق

(اشعۃ اللمعات، 1-718)

احیاء والدین والی حدیث اپنی بذات خود ضعیف ہے مگر متعدد اسناد کی وجہ سے محدثین نے اسے صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔

اسی حدیث پر سیوطی نے اپنے ایک رسالہ "التعظیم والمنہ فی ان ابوی رسول اللہ فی الجنہ" میں بھی بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اختتامی گفتگو میں کہتے ہیں۔

ولولا تفردبه لحکمت له بالحسن (التعظیم والمنه 149) — اور اگر یہ راوی اس کی روایت میں متفرد نہ ہوتا تو اس حدیث کو حسن قرار دے دیتا۔

ان محدثین کے اسماء گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں جنہوں نے اس حدیث کے موضوع ہونے کا انکار کیا ہے۔ امام ابو حفص ابن شاہین' امام ابوبکر خطیب بغدادی' امام ابوالقاسم ابن عساکر' امام ابوالقاسم سہیلی' امام قرطبی' امام محب الدین طبری' امام ناصرالدین ابن المنیر' حافظ فتح الدین بن سید الناس' حافظ شمس الدین دمشقی اور امام صلاح الدین صفدی۔

ہم اپنی بات علامہ عبدالحی لکھنوی کے اس جملہ پر ختم کر رہے ہیں۔

الحذرالحذر من التکلم بما یوذی روح المصطفی ﷺ — ایسی گفتگو سے ہمیشہ بچو جو روح مصطفیٰ ﷺ کی اذیت کا سبب بن رہی ہو۔

(حفر الاول 458)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ مصنف کے درجات میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

نوٹ: اس موضوع پر امام سیوطی کے سات رسائل ہیں ان میں سے یہ پانچواں ہے بقیہ کے تراجم بھی بحمد اللہ الگ الگ شائع ہو رہے ہیں۔

خادم والدین مصطفیٰ ﷺ

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور 2 ربیع الاول بروز جمعرات

17 جون 1999

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس رسالہ کا نام "نشر العلمین فی احیاء الابوین الشریفین" ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بطور حکایت بیان فرما رہا ہے۔

یاقوم مالی ادعوکم الی النجوۃ وتدعوننی الی النار (الغافر ۴۱) (اے قوم کیا وجہ میں تمہیں نجات کی طرف اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو)

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ناجی ہونے پر متعدد رسائل تحریر کئے ہیں جن میں' میں نے اس بارے میں لوگوں کے مسالک کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان کے اقوال' دلائل اور ان کا استدلال بھی ذکر کیا ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی مخالفت میں کچھ روایات بھی وارد ہیں اور ان کے مطابق متعدد اہل علم کا قول بھی ہے لیکن میں ناجی قرار دینے والے اہل علم کی تائید درج ذیل امور کی بنا پر کرنا چاہتا ہوں۔

1- لوگ زبان بند رکھیں

تاکہ لوگ اس اہم اور دشوار ترین موضوع پر اپنی زبان بند رکھیں آئمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات نہ کی جائے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتا ہے شارح امت کے عظیم محدث امام سہیلی نے "الروض الانف" میں حدیث مسلم وغیرہ ذکر کرنے کے بعد کہا ہمیں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں (کہ وہ ناجی نہیں) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لاتؤذوالاحیاء بالاموات — زندہ لوگوں کو فوت شدہ کے سبب سے تکلیف و اذیت نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ (الاحزاب 57) — (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔)

وہ شخص ملعون ہے

آئمہ مالکیہ میں سے امام ابوبکر ابن العربی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دوزخی کہتا تھا تو انہوں نے اسے ملعون قرار دیتے ہوئے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا۔

ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار — اس سے بڑی اذیت کوئی نہیں کہ یہ کہا جائے اس کا والد دوزخ میں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فیصلہ

قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے ان کے منشی نے کہہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کفر پر تھے تو انہوں نے اسے معزول کر دیا اور فرمایا آئندہ تو کبھی بھی میرا منشی نہیں بن سکتا۔ حلیہ ابونعیم اور ذم الکلام ہروی میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دیوان سے نکال دیا۔

2- اہل ایمان کی سینوں کی ٹھنڈک

اس سے مقصود اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈک پہنچانا بھی مقصود ہے کیونکہ جو بھی علماء کے بارے سنے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات اور ان کے جنتی ہونے کو بیان کر رہے ہیں اور اس پر دلائل اور مسلمہ قواعد کے مطابق گفتگو

کر رہے ہیں تو اس کا سینہ یقیناً اس پر ٹھنڈا ہو گا دل فرحت سے معمور اور خوشی سے جھوم اٹھے گا اور اس عمل کو وہ نہایت ہی پسندیدگی سے دیکھے گا۔

جب مسائل اجتہادیہ میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ انسان اپنے مذہب کا قول چھوڑ کر دوسرے کے قول پر عمل کر سکتا ہے مثلاً شافعی مسلک کا آدمی حنابلہ کے موقف پر عمل کرتے ہوئے خلع کو فسخ قرار دے نہ کہ طلاق' اس طرح حنفی شافعی کے قول پر عمل پیرا ہو کر عدم صفت کا قول کر سکتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجات کا قول کرنے والوں کا ساتھ دینا بلاشبہ اولیٰ ہے اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔

وجوہ اولویت

1- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی

ان فقہی مسائل میں دوسرے کے قول کی طرف رجوع ذاتی تنگی کو دور اور آسانی کے حصول کے لئے ہو گا لیکن یہاں ایسے عمل کی طرف رجوع ہے جس سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو گی ہاں اس میں ہمارا فائدہ بھی ہے۔

2۔اس مسلک میں ایسی خوشی کا اظہار ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاق گزرے اسے اپنانا نہایت ہی ناپسند ہے۔

3۔اس مسلک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کی فضیلت و شرف بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور معجزہ کا ثبوت بھی ہے۔

4۔ یہ لوگوں کو اس قول سے دور لے جانے کا سبب بھی ہے جس سے علماء نے خاموش رہنے کی ترغیب دی ہے۔

5۔پھر اس میں کسی کا کسی صورت میں کوئی نقصان نہیں نہ کسی کا حق فوت ہو رہا ہے اور نہ کسی کے ذمہ کوئی شے عائد ہو رہی ہے بخلاف فقہی مسائل کے وہاں تو کبھی

دوسرے مسلک کے قول پر تحریم کا ارتکاب لازم آرہا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مسائل اختلافیہ میں احوط پر عمل ہی تقویٰ قرار پاتا ہے۔

3۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و توسل

اس مسلک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب، رضا و خوشی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے اسے دلائل کے ساتھ پختہ کرنے اور نقول و اقوال کو تلاش کر کے جمع کرنے میں بہت بڑا اجر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ مسئلہ اجتہادی ہے اس میں کوشش کرنے والا ہر حال میں اجر کا مستحق ہے۔ خواہ اس نے نفس الامر میں حق پالیا یا اس نے خطا کی ہاں حق پر پہنچنے کی صورت میں دو اجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر ہو گا۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک اہل حدیث نے اس مسئلہ پر میری مخالفت میں کتاب تحریر کی ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے دوزخی ہونے اور نجات کا قول کرنے والوں کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حمد اس ذات کی جو انعام و فضل فرمانے والا ہے۔ بلاشبہ اس کے تمام جوابات (جن سے قائلین نجات کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے) کا مقدم ہمارے رسائل میں موجود ہے لہٰذا انہیں ہم یہاں زیر بحث نہیں لانا چاہتے۔

فن حدیث سے متعلق مسئلہ

ہاں ایک معاملہ باقی ہے جس کا تعلق فن حدیث سے ہے وہ یہ ہے کہ موصوف نے حدیث احیاء والدین کے بارے میں کہا کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر موضوع ہے ہم یہاں واضح کریں گے کہ درست رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ ائمہ و حفاظ حدیث کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں وہ اس کے موضوع ہونے پر متفق نہیں بعض نے اس موضوع اور بعض نے فقط اس کے ضعیف ہونے کا قول کیا ہے اور درست بھی یہی (دوسری) رائے ہے بندہ نے اس کے ثبوت

نے نئے یہ رسالہ تالیف کیا ہے۔ واللہ الموفق! آیئے دیکھتے۔

امام ابو حفص ابن شاہین

امت کے عظیم محدث امام ابو حفص ابن شاہین المتوفی 385ھ نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں مکمل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون پر غمگین حالت میں تشریف فرما ہوئے اور جتنا اللہ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت خوشی میں واپس لوٹے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین حالت میں حجون میں تشریف فرما ہوئے وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے معاملہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی لمی فامنت بی ثم ردھا	میں نے اپنے رب بزرگ و برتر سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ کیا اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اس نے واپس لوٹا دیا۔

امام ابن شاہین نے اسی حدیث کو ان روایات کے لئے ناسخ قرار دیا جن میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملی اسی طرح وہ روایت جس میں فرمایا میری ماں بھی تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے۔ (الناسخ والمنسوخ 284)

ابن جوزی کا رد

شیخ ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں درج کر کے کہا محمد بن زیاد (نقاش) ثقہ نہیں احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات ۱، ۲۸۴)

میں کہتا ہوں محمد بن یحیی کا تذکرہ امام ذہبی نے میزان اور مغنی میں کرتے

ہوئے لہذا یہ ابوغزیہ مدنی زہری ہیں' دار قطنی نے انہیں مجہول کہا اور شیخ ازدی نے کہا یہ ضعیف ہیں۔ یہ ضعف میں معروف ہے نہ کہ وضع میں تو جس راوی کو ان الفاظ میں یاد کیا جائے اس کی حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہوا کرتی ہے۔

امام ابن حجر کی شہادت

شیخ الاسلام ابوالفضل حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ابن جوزی کی گفتگو نقل کرنے کے بعد کہا محمد بن یحیحیی مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابوسعید بن یونس کی تاریخ مصر میں ان کا عمدہ تعارف یوں درج ہے۔ محمد بن یحیحیی بن محمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن عوف ابوعبداللہ ان کا لقب ابوغزیہ ہے مدنی ہیں مصر آئے۔ ان کی دو کینتیں ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم کنانی زکریا بن یحیحیی ثغزی' سہل بن سوادۃ خاشی محمد بن عبداللہ بن حکیم اور محمد بن فیروز ان کے تلامذہ میں سے ہیں ان کا وصال یوم عاشورہ 258 میں ہوا' دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا ابوغزیہ (صغیر) منکر الحدیث ہیں۔

امام ذہبی کی رائے

احمد بن یحیحیی حضری بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے المیزان میں ان کا تذکرہ یوں کیا انہوں نے حرملہ تجیبی سے روایت لی ہے اور ابوسعید بن یونس نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ تو جس پر محدثین کا مذکورہ تبصرہ ہو اس کی حدیث معتبر ہوا کرتی ہے رہا معاملہ محمد بن زیاد کا اگر وہ نقاش ہی ہیں (جیسا کہ ابن جوزی نے کہا) تو یہ علماء قرأت اور آئمہ تفسیر میں سے ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا باوجودیکہ ان میں ضعف ہے یہ اپنے دور کے قراء کے شیخ ہیں ان کی شیخ ابوعمرودانی نے بہت تعریف کی ہے ہاں ان سے منکر احادیث مروی ہیں۔

دیگر دو سندیں

میں کہتا ہوں اس کے باوجود اس حدیث میں نقاش اور احمد بن یحیحیی منفرد

نہیں بلکہ ابوغزیہ سے یہ روایت دیگر دو اسناد سے بھی ثابت ہے ہم ان کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

1- امام محب الدین طبری

حافظ محب الدین طبری نے السیرۃ میں اس سند سے روایت نقل کی ہے ہمیں ابوالحسن مقیری نے بتایا انہیں حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی نے انہیں حافظ زاہد ابومنصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق نے انہیں قاضی ابوبکر محمد بن یحیی زہری نے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے انہیں عبدالرحمن بن ابی زناد نے انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون میں پریشان و غمگین حالت میں تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا پھر بحالت خوشی واپس لوٹے اور فرمایا۔

سألت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا

میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

(خلاصۃ السیر 21)

2- امام ابوبکر خطیب بغدادی

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں اسے اس سند سے روایت کیا ہے ہمیں ابوالعلاء واسطی نے انہیں حسین بن علی بن محمد حلبی نے انہیں زاہد ابوطالب عمر بن ربیع نے انہیں علی بن ایوب کعبی نے انہیں محمد بن یحیی زہری ابوغزیہ نے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ نے انہیں مالک بن انس نے انہیں ابوزناد نے انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر میرے ساتھ حجون کے

پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی مغموم و پریشان اور آنسو بہا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کود کر نیچے اترے۔

فرمایا حمیرا رک جاؤ میں نے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر تک وہاں تشریف فرما رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس میرے پاس تشریف لائے تو نہایت ہی خوش و متبسم تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ فدا ہوں جب میرے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے تو نہایت ہی غمگین تھے مگر اب نہایت ہی خوش و خرم ہیں معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے انہیں زندہ کرنے کے لئے عرض کیا

و حیہا فامنت بی وردھ	تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا وہ مجھ پر
(السابق واللاحق)	ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انہیں واپس
	لوٹا دیا۔

اسی سند سے امام ابوالقاسم بن عساکر نے غرائب مالک میں نقل کیا اور کہا یہ روایت مذکور ہے

منکر متروک سے اعلیٰ ہوتی ہے

میں کہتا ہوں منکر روایت موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی اقسام میں سے ہوتی ہے اور اس کا مقام متروک سے اعلیٰ ہوتا ہے اور وہ بھی ضعیف ہوتی ہے نہ کہ موضوع جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے کعبی میں جہالت ہے دارقطنی نے ابوطالب عمر بن ربیع خشاب کو ضعیف کہا ہے سلمہ بن قاسم کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں بعض نے کلام (جرح) کیا ہے لیکن دوسروں نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور یہ کثیر الحدیث ہیں ان کا انتقال 340ھ کو مصر میں ہوا۔ واضح ہو گیا کہ اس روایت کا مدار ابوغزیہ پر ہے اور ضعیف ہیں ان کے شیخ عبدالوہاب بن موسیٰ زہری (جن کی کنیت ابوالعباس

ہے) کو خطیب نے امام مالک سے روایوں میں شامل کرتے ہوئے ان سے سعید بن ابی مریم مصری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہمیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے انہیں مالک بن انس نے انہیں عبداللہ بن دینار نے انہیں سعد بن حارث مولیٰ عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں نے سابقہ کتب الٰہیہ میں تمہارے بارے میں دیکھا کہ تم جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو اور لوگوں کو اس سے گزرنے سے روک رہے ہو اور جب تم فوت ہو جاؤ گے تو لوگ تاقیامت اس میں گرتے رہیں گے۔ یہ اثر امام مالک کے حوالے سے معروف ہے۔ ابن سعد نے اسے طبقات میں معن بن عیسیٰ عن مالک سے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور متن دونوں کا ایک ہی ہے تو عبدالوہاب کے بارے میں وہ جہالت ختم ہو گئی جس کا گمان ذہبی نے ان سے دوسری روایت کی وجہ سے کیا ہے۔ ان سے حدیث ان دو سندوں سے مروی ہے۔

امام مالک انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام سے

2. عبدالرحمن بن ابی زناد نے ہشام سے

ایک روایت میں دوسری سے مختلف ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں کہا کہ عبدالوہاب بن موسیٰ کا تذکرہ خطیب نے مالک کے راویوں سے کیا ان کی کنیت ابوالعباس اور نسب انہیں زہری لکھا اور ان سے ایک موقوف اثر بھی ذکر کیا اور کہا اس میں وہ منفرد ہیں لیکن ان پر کوئی جرح نہیں کی۔ دار قطنی نے اسے غرائب مالک میں اسی سند سے ذکر کر کے کہا یہ امام مالک سے صحیح طور پر ثابت ہے اور عبدالوہاب بن موسیٰ ثقہ ہیں۔

حدیث کی دو علتیں

ذہبی نے حدیث احیاء میں دو علتوں کی نشاندہی کی ہے 1: عبدالوہاب کا مجہول ہونا 2: اس کا اس حدیث صحیح کے خلاف ہونا جس میں ہے کہ حضور کو استغفار کی اجازت نہیں ملی۔

عبدالوہاب کی جہالت کا ازالہ تو حافظ ابن حجر کی عبارت سے ہو جاتا ہے انہوں نے لسان میں فرمایا وہ معروف و ثقہ ہیں اور انہوں نے جرح کا ذکر تک نہیں کیا رہا حدیث صحیح کے مخالف ہونا تو اس کا جواب آئمہ نے دیا ہے جیسا کہ آرہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان میں فرمایا ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا۔ اور انہوں نے نکت علی ابن صلاح میں کہا اس آدمی نے سخت غلطی کی ہے جس نے محض حدیث کی مخالفت کی بنا پر اسے موضوع قرار دیا اور جو زرقانی سے یہ عمل کتاب الاباطیل میں اکثر سرزد ہوا ہے حالانکہ کسی روایت کو موضوع قرار دینے کی صرف یہ صورت ہوتی ہے کہ کسی بھی صورت میں ان دو احادیث میں موافقت نہ ہو سکے اگر ان میں تطبیق ہو سکے تو پھر کسی روایت کو موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا۔

1. مثلاً" حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا) وہ شخص قوم کی امامت نہ کروائے جو دوسروں کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا کرے اسے بعض نے موضوع کہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ دعا کرنا ثابت ہے۔

اللھم باعلبینی وبین خطایای — اے اللہ میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری پیدا فرما دے۔

حالانکہ ان میں تطبیق یوں ممکن ہے یہ دعا اس پر محمول ہے کہ ایسی دعاؤں میں مقتدی کو شامل کرنا مشروع نہیں ہوتا۔

بخلاف اس صورت کے جب امام مقتدی اس میں شریک ہوں۔ (فتح المغیث 238-1)

2. اسی طرح شیخ ابن حبان نے صحیح میں کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان۔

انی لست کاحدکم انی اطعم واسقنی — میں تمہاری مثل نہیں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔

نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ وہ روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے لیکن حافظ ضیاء الدین نے اس کا کافی و شافعی رد کیا یہ تمام گفتگو حافظ ابن حجر نے النکت میں کی ہے۔

شیخ بدرالدین کا قول

شیخ زرکشی نے حاشیہ ابن صلاح میں کہا بعض لوگوں نے کسی روایت کے صحیح روایت کے مخالف ہونے کو موضوع ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔ اور یہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کا طریق ہے۔ حالانکہ یہ ضعیف طریقہ ہے خصوصاً جب ان احادیث کے درمیان تطبیق ممکن ہو۔ ابن خزیمہ نے صحیح میں کہا یہ حدیث کہ وہ شخص قوم کی امامت نہ کروائے جو صرف اپنے لئے دعا کرے' اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے مخصوص دعا منقول ہے۔

اللھم باعد بینی وبین خطایای

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے اسے حسن قرار دیا اور حدیث استفتاح (اللھم باعد) کے خلاف و معارض نہیں کیونکہ اسے اس پر محمول کیا جا سکتا ہے جو امام و مقتدی دونوں کے لئے (مشترکہ طور پر) مشروع نہ ہو۔

ابن حبان نے صحیح میں کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے میں تم سے کسی کی مانند نہیں ہوں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔ یہ دلالت کر رہا ہے کہ وہ تمام روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بطن پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے۔ یہاں حجر یعنی پتھر نہیں بلکہ تہہ بند کی طرف مراد ہے۔

کیونکہ اللہ عزوجل وصال کے روزوں کی صورت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلاتا ہے تو عدم وصال کی صورت میں کیوں نہیں کھلائے گا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور ہوں حالانکہ پتھر بھوک کا ازالہ نہیں کر سکتا۔

انہوں نے اپنی کتاب الضعفاء میں امام مغیرہ سے روایت میں سنا کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی سے نقل کیا کہ احد کے دن میرے سامنے کے دانت زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے دانت لگوانے کی اجازت دی۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی روایت کیا کہ سونے والے یا باتیں کرنے والے کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہ کرو۔

ابن حبان نے کہا یہ دونوں روایات موضوع ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح سونے کے دانت لگوانے کا حکم دے سکتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

الذهب والحرير محرمان على ذكور امتي — سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

اسی طرح سونے والے کی طرف رخ کر کے نماز سے منع کیسے فرما سکتے ہیں جبکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرماتے حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتیں۔

یہ گفتگو محل نظر ہے حافظ ذہبی نے ابن حبان کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ان دونوں روایات پر موضوع کا حکم لگانا تمہاری رائے کے مطابق ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے خصوصاً سونے کے دانت لگوانے کا معاملہ۔

رفع تعارض احادیث

حافظ فتح الدین بن سید الناس نے السیرۃ میں لکھا منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے

وان اللہ احیاھما لہ فاٰمنا بہ — اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ حضور ذات اقدس پر ایمان لائے

اور ایسی ہی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے اور یہ روایات اس کے مخالف ہیں جسے امام احمد نے حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی والدہ کے حوالے سے پوچھا تو فرمایا تیری والدہ دوزخ میں ہے میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سابقہ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا کیا تو خوش ہے تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟ آگے چل کر لکھا بعض اہل علم نے ان روایات میں تطبیق دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درجات عالیہ میں وصل تک لمحہ بہ لمحہ ترقی ہوتی رہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے کے قریب وقت تک خصوصی انعامات سے نوازا جاتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو لیکن بعد میں عطا کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا ان احادیث کے بعد ہو تو اب کوئی تعارض نہیں

امام سہیلی کا قول

امام ابوالقاسم سہیلی "الروض الانف" میں کہتے ہیں کہ ایک حدیث غریب مروی ہے لیکن ممکن ہے صحیح ہو میں نے اپنے جد ابو عمر احمد بن قاضی کے ہاتھ سے تحریری سند (جس میں مجہول راوی ہیں) میں پایا ذکر کیا کہ انہوں نے زاہد معروف بن داؤد بن معروف انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے حضرت عروہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کو زندہ کرنے کے لئے عرض کیا۔

فاحیاھما له فامنابه ثم اماتھما	تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا وہ دونوں آپ پر ایمان لائے پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے موت دے دی۔

اس کے بعد امام سہیلی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و

قدرت کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنے فضل و کرم اور انعام سے مخصوص فرمائے۔(الروض الانف 1-113)

حدیث کی تائید

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا اگر تو ان کے ساتھ قبرستان تک چلی جاتی تو جنت نہ دیکھتی حتیٰ کہ اسے تیرے والد کا دادا نہ دیکھ لے اس کے تحت امام سہیلی فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "تیرے والد کا دادا فرمایا" "تیرا دادا" نہیں فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد گرامی کا تذکرہ نہیں فرمایا جس سے اس حدیث ضعیف کی تائید ہو جاتی ہے جس کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لائے۔

جس حدیث کا ذکر امام سہیلی نے احیاء والدین کے سلسلے میں کیا ہے اسے ابن جوزی نے موضوعات میں شمار نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔

علامہ ناصرالدین بن منذر کا قول

علامہ ناصر الدین بن منذر نے "شرف المصطفیٰ" میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں بھی مردوں کو زندہ فرمایا کیونکہ حدیث میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے لئے دعا سے منع فرما دیا۔

دعا اللہ ان یحیی ابویہ فاحیاھما لہ فامنابہ وصدقا وماتا مؤمنین

(تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کے زندہ کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرما دیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ کی
تصدیق کی اور پھر حالت ایمان پر وہ فوت
ہوئے۔

امام قرطبی نے تذکرہ میں حدیث احیاء والدہ از خطیب و ابن شاہین اور احیاء والدین از سہیلی نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں احادیث اور عدم اذن استغفار والی احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان کا زندہ کرنا معاملہ استغفار کے بعد کا ہے اس پر حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شاہد ہے جس میں حجۃ الوداع کا واقعہ (احیاء والدین) ہے اس لئے امام ابن شاہین نے اسے تمام سابقہ روایات کا ناسخ قرار دیا ہے۔

حافظ ابو خطاب بن دحیہ کا قول

ان کی رائے یہ ہے کہ حدیث احیاء موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن مجید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ولاالذین یموتون وھم کفار اور نہ وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے
(النساء 18)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

فیمت وھو کافر (البقرہ 217) اور وہ فوت ہوا حالانکہ کافر تھا

تو جو شخص حالت کفر میں فوت ہوا دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اسے ایمان نفع نہیں دے سکتا حتیٰ کہ اگر موت کے فرشتوں وغیرہ کو دیکھنے کے بعد ایمان لاتا ہے۔ تو نافع نہیں تو دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان کس طرح نافع ہو سکتا ہے؟

تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہو جائے میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحيم (البقرہ 119)	اصحاب دوزخ کے بارے میں تم سے سوال نہ ہوگا

ابن دحیہ کا رد

امام قرطبی فرماتے ہیں ابن دحیہ نے جو کچھ کہا یہ محل نظر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص میں وصال تک اضافہ ہوتا رہا اور یہ واقعہ (زندہ ہو کر ایمان لانا) ان چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت و اکرام بخشا تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا عقلاً و شرعاً ہرگز ناممکن نہیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتانا موجود ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی مقام ہے سب یہ تمام حقائق ہیں۔

فما يمتنع من ايمانهما بعد احيائهما زيادة فى كرامته وفضيلته	تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و فضیلت میں ترقی کی وجہ ان کا زندہ ہو کر ایمان لانا کے لئے ممکن ہو سکتا ہے

اور پھر حدیث میں بھی موجود ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہوگی۔

سورج کا لوٹ کر آنا

پھر ان کا کہنا کہ جو کفر پر مرتا ہے الخ یہ اس حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں آیا کہ غائب ہونے کے بعد سورج کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کی امام طحاوی نے اس کا ذکر کر کے فرمایا یہ حدیث ثابت ہے اگر رجوع

شمس نافع نہ ہوتا اور نہ ہی وقت لوٹ کر آتا تو سورج لوٹانے کا فائدہ کیا؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا معاملہ ہے۔

حضرت یونس کی قوم کی توبہ

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول فرمائی جب وہ عذاب کے ساتھ متلبس ہو چکے تھے۔ اس مقام کی تفسیر میں یہی قول سب سے زیادہ محبوب و مختار ہے اور قرآن کا ظاہر بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

رہا معاملہ آیت مبارکہ ولا تسئل الآیۃ کا تو یہ ان کے ایمان لانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ 17)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرطبی کی نہایت عمدہ تحقیق ہے اور ان کا سورج کے لوٹنے سے تجدد وقت پر استدلال بہت ہی خوبصورت ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس پر ادائے نماز کا حکم مرتب کیا ہے۔ ورنہ رجوع کا کیا فائدہ کیونکہ عصر کی قضا غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

اس سے زیادہ واضح استدلال

میرے سامنے اس سے بھی بڑھ کر واضح استدلال آرہا ہے تاریخ ابن عساکر میں حدیث ہے کہ اصحاب کہف آخری زمانے میں زندہ ہو کر حج کریں گے اور انہیں اس امت میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہو گا امام ابن مردویہ نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
اصحاب الکھف اعوان المھدی — اصحاب کہف امام مہدی کے معاون بنیں گے

یہاں اصحاب کہف کے دوبارہ زندہ ہو کر عمل کرنے کا اعتبار کیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مقرر کی پھر

اس نے پوری ہونے سے پہلے انہیں موت دیدی پھر انہیں بقیہ عمر کی تکمیل کے لئے دوبارہ زندہ فرمایا اور وہ اس میں ایمان لائے لہٰذا اس کا اعتبار کیا جائے گا اس بقیہ مدت کے درمیان فاصلہ حصول ایمان کے لئے ہو اور یہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام و فضیلت میں سے ہے جیسا کہ اصحاب کہف کے لئے اس قدر مدت کی تاخیر بھی ان کے اعزاز کے لئے ہے تاکہ وہ اس امت میں شمولیت کا شرف پا سکیں۔

سوال کا جواب

اگر کوئی کہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فاذاجاء اجلھم لایستاخرون ساعۃ ولایستقدمون (الفاطر 34)

(جب ان کا وقت مقرر آئے گا تو وہ نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی پہلے ہو سکتے ہیں۔)

اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ اس آیت میں عمومی مدت کا اصول بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ جسے زندہ رکھنا چاہے وہ اسے مخصوص فرما سکتا ہے جیسا کہ یہی معاملہ ہے جو زیر بحث ہے اسی طرح اصحاب کہف اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر زندہ فرمایا۔

پھر یہ بات جمہور کے اس قول پر ہے کہ عمر میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور اس پر میرے والد گرامی کا فتویٰ ہے لیکن دوسرے قول کے مطابق عمر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ میرا مختار یہی ہے بلکہ میری اس پر مستقل کتاب ہے لہٰذا سوال اصلاً ہی ختم ہو گیا۔

امام صفدی کا قول

امام صفدی اور دیگر محدثین نے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام فرمانے کا ذکر کرنے کے بعد کہا

هذا جزاؤهم عن لرضاعه لكن جزاء الله عنه عظيم
(یہ رضاعی ماں کا انعام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بڑھ کر جزا ہے۔)

وكذلك لرجو لن يكون لامه عن ذاك آمنه بدار نعيم
(اس طرح امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی والدہ سیدہ آمنہ کو جنت عطا ہوگی . . . .

ويكون احياها الاله وآمنت بمحمد فحد يثها معلوم
(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور حضور پر ایمان لائیں اور اس بارے حدیث مشہور ہے۔)

فلربما سعدت به ايضا كما سعدت به بعد الشفاء حليم
(وہ بھی سعادت پائیں گے جیسا کہ حضرت شفاء کے بعد سیدہ حلیمہ نے پائی)

حافظ شمس الدین دمشقی کے اشعار

انہوں نے "مورد الصادی فی مولد الهادی" میں حدیث احیاء ذکر کرنے کے بعد کہا

حبا الله النبی مزید فضل علی فضل وکان به رؤوفا
(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر فضل در فضل فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے)

فاحياء امه وكذا اباه لایمان به فضلا لطيفا
(آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے زندہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسا لطف فرمایا)

فسلم فالقديم بذا قدير وان كان الحديث به ضعيفا
(اے مخاطب اسے مان لے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

دیکھا انہوں نے بھی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ نہ کہ موضوع اور یہ حافظ حدیث میں سے شمار ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا فتویٰ

مجھے ایک فاضل نے بتایا کہ میں نے حافظ ابن حجر کا اس سلسلہ میں فتویٰ پڑھا ہے جس میں انہوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ شرف و فضل میں بڑھتے رہے۔ الخ مگر میں نے اب تک فتویٰ نہیں دیکھا۔

خاتمہ

ابن جوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں بہت تساہل و تسرع سے کام لیا ہے اس پر متعدد آئمہ نے تصریح کی ہے۔

1 ابن صلاح نے علوم الحدیث میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس دور میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب الموضوعات میں بہت سی ایسی احادیث کو موضوع قرار دے دیا گیا جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ حق یہ تھا کہ انہیں احادیث ضعیفہ میں شامل کر دیا جاتا۔ (علوم الحدیث بحث معرفۃ الموضوع)

2 امام نووی نے التقریب میں فرمایا دو جلدوں میں موضوعات جمع کرنے والے نے دلیل نہ ہونے کے باوجود بہت سی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے حالانکہ وہ ضعیف ہیں۔ (التقریب مع التدریب 1-278)

3 حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں فرمایا

واکثر الجامع فیہ اذ خرج

لمطلق الضعیف عنی ابا الفرج

(شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے مطلق ضعیف احادیث کو بھی موضوعات میں جمع کر دیا ہے) (الفیہ للعراقی بحث الموضوع)

4 قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعہ نے "المنہل الروی" میں کہا شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے موضوعات پر کتاب لکھی جس میں انہوں نے بہت سی ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیا جن کے ضعف پر کوئی دلیل نہیں۔

5 شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی نے "محاسن الاصطلاح" میں یہی بات کہی ہے

متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا نہایت مشکل ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا بہت ہی دشوار ہے کیونکہ یہ کام تب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کے تمام طرق جمع کر لئے جائیں اور بشرط معاملہ سے واضح ہو جائے کہ اس متن حدیث کی فقط یہی ایک سند ہے اس میں فلاں راوی یقیناً متہم با کذب ہے اس کے علاوہ میں بھی متعدد قرائن کا ثبوت جن کا ہونا ایک معتبر حافظ حدیث کے لئے ضروری ہے تاکہ اس حدیث پہ موضوع ہونے کا حکم لگا سکے۔ اس لئے اہل علم نے ابوالفرج ابن جوزی کی کتاب الموضوعات پر سخت تنقید کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے غیر موضوع احادیث کو بھی موضوع قرار دیدیا ہے۔ اور ان کے بعد ایسے لوگ آئے جنہیں فن حدیث میں مہارت نہ تھی تو انہوں نے ابن جوزی کی تقلید کرتے ہوئے ان احادیث کو موضوع ہی سمجھا اس سے بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔

یہ طریقہ متقدمین آئمہ کا نہ تھا

لیکن متقدمین آئمہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس علم اور اس کے لفظ میں تبحر اور وسعت عطا کی تھی انہوں نے ایسا نہیں کیا مثلاً" امام شعبہ' قطان' ابن مہدی وغیرہ پھر ان کے تلامذہ مثلاً" امام احمد' ابن مدینی' ابن معین' ابن راہویہ اور ایک پوری جماعت پھر ان کے تلامذہ امام بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اس طرح آگے امام دار قطنی اور بیہقی کے دور تک آ جایئے۔ ان کے بعد نہ تو کوئی ان کے برابر ہوا اور نہ ہم مثل تو اگر ان متقدمین کے کلام میں کسی روایت پر موضوع کا حکم ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل سے نوازا ہے۔ اور اگر ان کا آپس میں اس معاملہ میں اختلاف ہو تو پھر ترجیح کی طرف رجوع ہو گا۔(فتح المغیث 1: 237)

امام زرکشی نے اس گفتگو کے بعد کہا متقدمین میں سے بعض نے کچھ احادیث کے

بارے میں کہا ان کی کوئی اصل نہیں مگر تحقیق کے بعد اس کے خلاف ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے ہر صاحب علم پر علم والا ہوتا ہے۔

7۔ انہوں نے ابن صلاح کے قول (اس دور میں موضوعات جمع کرنے والے (الخ) پر لکھا کہ ان کی مراد ابن جوزی ہے اور ان کا اعتراض بھی صحیح ہے کیونکہ جنہیں اس میں موضوع قرار دیا گیا ہے ان کے ضعف میں احتمال ہے ان کے ساتھ ترغیب و ترہیب میں استدلال کرنا درست ہے۔ بعض ان میں احادیث صحیح ہیں یا بعض آئمہ نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً" حدیث نماز تسبیح

8۔امام محب طبری کہتے ہیں نماز تسبیح والی حدیث کو ابن جوزی کا موضوعات میں شامل کرنا غلط ہے یہ موضوع نہیں حفاظ حدیث نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اس طرح فرائض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا حالانکہ اسے امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ شرائط صحیح کے مطابق روایت کیا ہے۔ حافظ مزی نے کہا ابن جوزی کا اسے موضوعات میں شمار کرنا نہایت برا ہے اس طرح کہ متعدد مثالیں اس کتب سے دی جا سکتی ہیں۔

باقی محدثین کے قول "یہ حدیث صحیح نہیں" اور "یہ موضوع ہے" کے درمیان بہت فرق ہے کیونکہ کسی حدیث کا موضوع ہونے کا معنی کذب وافتراء ہوتا ہے جبکہ عدم صحت سے اثبات عدم لازم نہیں آتا یہ تو عدم ثبوت کی خبر ہوتی ہے ان دونوں معاملوں میں فرق ہے ممکن ہے وہ کسی دوسری سند سے ثابت ہو۔

دوسرے مقام پر

ایک اور مقام پر امام زرکشی کہتے ہیں بعض لوگوں نے معروف بالوضع راوی کی وجہ سے متعدد احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور یہی طریقہ ابن جوزی کا الموضوعات میں ہے لیکن یہ طریقہ صحیح نہیں کیونکہ کسی راوی کے معروف بالوضع ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کی تمام مرویات موضوع ہیں درست رائے یہ ہے کہ انہیں ضعیف کہا جائے نہ کہ خواہ مخواہ موضوع' آگے چل کر لکھا قاضی ابوالفرج النہروانی نے

الجلیس الصالح" میں کہا محدثین میں سے کچھ اور بہت سے ایسے لوگ جن کا اس فن میں مطالعہ نہیں یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کے راوی میں کوئی ضعف ہو وہ باطل ہے اور اس کا انکار کرنا لازم ہے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے بلکہ اگر راوی اپنی روایات میں معروف با کذب بھی ہو اور وہ کسی حدیث کو منفردا" روایت کرے تو وہ حق بھی ہو سکتی ہے اور باطل بھی لہذا وہاں اس کو صحیح قرار دینے میں توقف و تحقیق سے کام لیا جائے گا لیکن قطعی طور پر کسی راوی کو کذاب قرار دینا اور اس کی ہر روایت کو کذب کہنا درست نہیں اس کے تحت زرکشی لکھتے ہیں شیخ عبدالغنی بن سعید کی کتاب "ادب المحدث" میں ہے جس نے مجھ سے روایت سنی اور اس کی تکذیب کی اس نے تین کی تکذیب کی اللہ کی اس کے رسول کی اور اسے نقل کرنے والے کی۔

9۔حافظ ابن حجر النکت علی ابن صلاح میں رقمطراز ہیں حافظ علائی کہتے ہیں ابن جوزی کو یہ مرض لاحق ہو گیا کہ وہ احادیث کو موضوع قرار دینے میں وسیع ذہن رکھتے ہیں کیونکہ اس پر ان کے پاس دلیل راویوں کا ضعیف ہونا ہے پھر فرماتے ہیں انہوں نے ان آئمہ پر اعتماد کیا جنہوں نے بعض ساقط اور متفقہ راویوں کی وجہ سے بعض احادیث کو موضوع کہا حالانکہ ان کے کلام میں اس قید کا اعتبار کرنا ضروری تھا کہ وہ متن صرف اس سند سے مروی کیونکہ ممکن ہے وہ متن کسی اور سند سے بھی مروی ہو اور مصنف اس پر مطلع نہ ہو یا بوقت تصنیف وہ مستحضر نہ ہو تو اس عبارت آئمہ سے انہیں مغالطہ ہو گیا جس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں منکر و ضعیف کو شامل کر دیا جن سے ترغیب و ترہیب میں استدلال ہو سکتا ہے۔ بہت کم ہیں مگر حسن احادیث کو بھی موضوع قرار دیا مثلا" نماز تسبیح والی حدیث' فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت بلکہ یہ حدیث تو صحیح ہے اسے امام نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ابن جوزی کی کتاب میں اس قسم کی احادیث بہت کم ہیں ہاں مطلق ضعیف کو بہت زیادہ موضوعات میں شامل کیا ہے۔ میں نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔

حافظ ابن جوزی کے بعد جو بھی حافظ حدیث آیا اس نے ان کی بعض روایات پر

تعاقب ضرور کیا۔

تعاقب وردِ ابن جوزی میں حافظ ابن حجر کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً "القول المسدد فی الذب عن مسند احمد" اس میں ان چوبیس احادیث کا تذکرہ ہے جو مسند احمد کی ہیں اور انہیں ابن جوزی نے موضوع کہا حافظ نے بہت خوبصورتی سے ابن جوزی کے اعتراضات کا ازالہ کر کے ثابت کر دیا کہ یہ موضوع نہیں ابتداء کلام میں لکھتے ہیں۔

ہم پہلے بطریق اجمال جواب دیں گے کیونکہ ان میں سے کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں احکام مثلاً حلال و حرام کا بیان ہو اور غیر احکامی احادیث میں تساہل کا ہونا معروف ہے۔

پھر فرمایا امام احمد اور دیگر آئمہ کا ارشاد ہے جب ہم حلال و حرام کے حوالے سے حدیث نقل کرتے ہیں تو شدت اختیار کرتے ہیں لیکن جب فضائل وغیرہ سے متعلق روایت ہو تو ہم وہ شدت اختیار نہیں کرتے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم المصیر

آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نفع دے اور ہمیں ہر اس عمل کی توفیق دے جو اسے محبوب و پسند ہے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

٥

نشر العلمين المنيفين في إحياء الأبوين الشريفين

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
المتوفى سنة ٩١١هـ/١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيدي